قرآنیات

البیان

جاوید احمد غامدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورة الروم

(۳)

(گذشتہ سے پیوستہ)

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ
لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙۗ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا

(یہ حقائق مبرہن ہو گئے)، سو ایک خدا کے ہو کر[۱۳۵] تم (اپنے باپ ابراہیم کی طرح اب) اپنا رخ اُس کے دین کی طرف کیے رہو۔[۱۳۶] تم اللہ کی بنائی ہوئی فطرت[۱۳۷] کی پیروی کرو، (اے پیغمبر)، جس پر اُس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔[۱۳۸] اللہ کی بنائی ہوئی اِس فطرت میں کوئی تبدیلی نہیں ہو

۱۳۵۔ اصل میں لفظ 'حَنِيْفًا' آیا ہے۔ یہ قرآن میں خاص طور پر اُس یک سوئی اور حنیفیت کے لیے استعمال ہوا ہے جس کی بہترین مثال حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قائم فرمائی۔

۱۳۶۔ آیت میں خطاب اگرچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے، لیکن آگے حال اور خطاب میں جمع کے صیغوں سے قرآن نے واضح کر دیا ہے کہ حضور کے واسطے سے در حقیقت تمام مسلمانوں کو مخاطب فرمایا گیا ہے۔

۱۳۷۔ لفظ 'فِطْرَت' کا نصب آیت میں اُس فعل سے ہے جو پچھلے جملے سے مستفاد ہوتا ہے۔ قرآن نے اُسے ظاہر نہیں کیا۔ اِس سے مقصود یہ ہے کہ ساری توجہ مفعول پر مرتکز رہے۔

۱۳۸۔ مطلب یہ ہے کہ یہ دین کوئی خارج کی چیز نہیں ہے جو اوپر سے تم پر لادی جا رہی ہے۔ یہ عین تمھاری

يَعۡلَمُوۡنَ ﴿۳۰﴾ مُنِيۡبِيۡنَ اِلَيۡهِ وَاتَّقُوۡهُ وَاَقِيۡمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوۡنُوۡا مِنَ

سکتی۔[139] یہی سیدھا دین ہے،[140] لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔ (اِس کی پیروی کرو)، تم سب

فطرت کا ظہور ہے۔ اِس سے اختلاف کرو گے تو گویا اپنے ساتھ اختلاف کرو گے اور اپنے ہی باطن میں چھپے ہوئے خزانے سے اپنے آپ کو محروم کر لو گے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

”...اِس سے واضح ہوا کہ جو فلسفی یہ کہتے ہیں کہ انسان اپنی فطرت کے اعتبار سے ایک صفحۂ سادہ اور تمام تر اپنے ماحول کی پیداوار اور اِلف و عادت کی مخلوق ہے، اُن کا خیال بالکل غلط ہے۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے بہترین ساخت اور بہترین فطرت پر پیدا کیا ہے۔ اُس کو خیر و شر اور حق و باطل کی معرفت عطا فرمائی ہے اور نیکی کو اختیار کرنے اور بدی سے بچنے کا جذبہ بھی اُس کے اندر ودیعت فرمایا ہے، لیکن اُس کی یہ فطرت حیوانات کی جبلت کی طرح نہیں ہے کہ وہ اُس سے انحراف نہ اختیار کر سکے، بلکہ وہ اپنے اندر اختیار بھی رکھتا ہے، اِس وجہ سے بسا اوقات وہ اِس دنیا کی محبت اور اپنی خواہشوں کی پیروی میں اِس طرح اندھا ہو جاتا ہے کہ حق و باطل کا شعور رکھتے ہوئے نہ صرف باطل کی پیروی کرتا ہے، بلکہ باطل کی حمایت میں فلسفے بھی ایجاد کر ڈالتا ہے۔“

(تدبر قرآن ۶/ ۹۴)

انبیا علیہم السلام اِسی فطرت کی تفصیل کرتے اور اِس کے تمام مقتضیات و لوازم کو انسان کے لیے واضح کر دیتے ہیں۔ قرآن نے ’ذِکۡر‘ اور ’ذِکۡرٰی‘ کا لفظ اِسی پہلو سے اپنے لیے استعمال کیا ہے۔ مدعا یہ ہے کہ وہ در حقیقت اُنھی حقائق کی یاد دہانی کرتا ہے جو انسان کے اندر موجود ہیں، لیکن وہ اُنھیں فراموش کر بیٹھتا ہے۔

۱۳۹۔ اصل الفاظ ہیں: ’لَا تَبۡدِيۡلَ لِخَلۡقِ اللّٰهِ‘۔ اِن میں لاے نفی نفی جواز کے لیے ہے، یعنی ایسا کرنا جائز نہیں ہے اور خلق سے مراد وہی فطرت ہے جس کا ذکر پیچھے ہوا ہے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

”مطلب یہ ہے کہ جو چیز اللہ کی پیدا کی ہوئی ہے، اُس کو بدلنا جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ جو ہر چیز کا خالق ہے، وہ اپنی مخلوقات کے مقاصد و مقتضیات کو جتنے بہتر طریقے پر جانتا یا جان سکتا ہے، کوئی دوسرا نہیں جان سکتا کہ وہ کسی چیز میں ترمیم و تغیر کرنے کا حق دار بن سکے۔ اگر کوئی شخص اِس کی جسارت کرتا ہے، تو اِس کے معنی یہ ہیں کہ وہ خدا کی بنائی ہوئی چیز کی اصلاح کا مدعی ہے جو بالبداہت ایک حماقت ہے۔ یہ بالکل ایسا ہی ہے کہ خدا نے آنکھیں پیشانی کے ساتھ لگائی ہیں، کوئی اُن کو گدی یا پاؤں کے ساتھ لگانے کی کوشش کرے یا اللہ تعالیٰ نے عورت کو عورت اور مرد کو مرد بنایا، لیکن عورت مرد بننے کے لیے زور لگائے یا مرد عورت بننے کا خواہش مند ہو جائے۔ اِس قسم کی سعی نامراد کا نتیجہ بگاڑ اور فساد کے سوا کچھ اور نہیں نکل سکتا۔ بالکل یہی حال دین فطرت

الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۳۱﴾ۙ مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ﴿۳۲﴾

وَاِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُّنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ ثُمَّ اِذَآ اَذَاقَهُمْ مِّنْهُ رَحْمَةً اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾ۙ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ اٰتَيْنٰهُمْ ؕ

اللہ کی طرف متوجہ ہو کر اور اُس سے ڈرتے رہو اور نماز کا اہتمام رکھو[۱۴۱] اور مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ، اُن مشرکین میں سے جنھوں نے اپنے دین میں تفرقہ ڈالا اور گروہوں میں بٹ گئے ہیں۔ ہر گروہ اُسی میں مگن ہے جو اُس کے اپنے پاس ہے۔[۱۴۲] ۳۰-۳۲

لوگوں کا حال یہ ہے کہ جب اُنھیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اپنے رب کو اُسی کی طرف رجوع ہو کر پکارنے لگتے ہیں، پھر جب وہ اپنی طرف سے اُن کو رحمت کی لذت چکھاتا ہے تو اُن میں سے ایک گروہ یکایک اپنے پروردگار کے شریک ٹھیرانے لگتا ہے کہ جو کچھ ہم نے اُنھیں عطا فرمایا ہے، اُس

کا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اُس کے جو مبادی فطرت کے اندر ودیعت فرمائے ہیں، اُنھی پر انسان کی دنیا میں صلاح اور آخرت میں فلاح منحصر ہے۔ اگر انسان اُس سے ذرا سا انحراف اختیار کرے تو وہ خدا کی صراط مستقیم سے ہٹ جائے گا جس کا لازمی نتیجہ اُس کے دین اور اُس کی دنیا، دونوں کی تباہی ہے، اگرچہ وہ یہ انحراف علم اور سائنس کے کتنے ہی بلند بانگ دعاوی کے ساتھ کرے۔‘‘ (تدبر قرآن ۶/ ۹۵)

۱۴۰۔ یعنی اِس میں کوئی کج پیچ نہیں ہے۔ یہ وہ راستہ ہے جو نہایت قریب سے اور سیدھا خدا تک پہنچا دیتا ہے۔

۱۴۱۔ اوپر جس یک سوئی کا حکم دیا ہے، یہ اب اُس کے تقاضے بیان کر دیے ہیں کہ اُس کے لیے دل کی انابت و خشیت بھی مطلوب ہے، حدود الٰہی کی پابندی اور نماز کا اہتمام بھی جو اِن سب چیزوں کی حفاظت کرتی ہے۔

۱۴۲۔ اِس تفصیل سے کلام بالکل مطابق حال ہو گیا ہے، اِس لیے کہ روے سخن قریش کی طرف ہے جنھوں نے شرک میں مبتلا ہو کر دین حنیفی میں تفرقہ ڈالا اور ایک خدا کے بجاے سیکڑوں خدا بنا لیے، جس کے نتیجے میں ہر خدا کے پیرو اپنے امتیازات کے ساتھ ایک الگ گروہ بن گئے۔ اِس میں مسلمانوں کو مخاطب کر کے درحقیقت اُنھی سے اظہار بے زاری کیا ہے۔

فَتَمَتَّعُوْا ۣ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾ اَمْ اَنْزَلْنَا عَلَيْهِمْ سُلْطٰنًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ
بِمَا كَانُوْا بِهٖ يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۵﴾
وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوْا بِهَا ۭ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ
اَيْدِيْهِمْ اِذَا هُمْ يَقْنَطُوْنَ ﴿۳۶﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ

کی ناشکری کریں۔[۱۴۳] اچھا تو چند روز حظ اٹھالو، پھر عنقریب تمھیں معلوم ہو جائے گا۔ اِن سے پوچھو، اِنھوں نے یونہی خدا کے شریک ٹھیرا لیے ہیں یا ہم نے کوئی ایسی دلیل اِن پر اتار دی ہے کہ جو یہ خدا کے شریک ٹھیراتے ہیں، وہ اُس کی شہادت دے رہی ہے؟[۱۴۴] ۳۴-۳۵

(پھر یہی نہیں)، ہم جب لوگوں کو رحمت کی لذت چکھاتے ہیں تو (شکر گزاری کے بجاے) وہ اُس پر اترانے لگتے ہیں اور جو کچھ اُن کے ہاتھوں نے آگے بھیجا ہے، اُس کے بدلے میں اگر کوئی تکلیف اُنھیں پہنچ جائے تو فوراً مایوس ہو جاتے ہیں۔[۱۴۵] کیا وہ دیکھتے نہیں کہ اللہ ہی جس کا چاہتا ہے،

۱۴۳۔ لوگوں کے حال پر اظہار افسوس کے ساتھ یہ توحید کی ایک نہایت اہم نفسیاتی دلیل کی طرف توجہ دلائی ہے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

"...جب انسان پر حقیقی افتقار اور بے بسی کی حالت طاری ہوتی ہے تو وہ تمام دوسرے اسباب و وسائل اور خود تراشیدہ معبودوں کو چھوڑ کر پوری انابت کے ساتھ اپنے رب حقیقی کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ یہ اِس بات کا ثبوت ہے کہ اُس کی اصل فطرت کے اندر ایک خدا کے سوا کسی اور کے لیے کوئی شہادت موجود نہیں ہے۔ لیکن جب افتقار کی حالت ختم ہو جاتی ہے تو پھر وہ اُنھی گم راہیوں میں کھو جاتا ہے جن میں وہ اِس سے پہلے کھویا ہوا تھا۔ اِس سے معلوم ہوا کہ شرک کا اصلی سبب انسان کی غفلت ہے۔ یہ غفلت جب قدرت کی کسی تنبیہ سے دور ہو جاتی ہے تو اُس کو اصل حقیقت نظر آ جاتی ہے، لیکن جب حالات بدل جاتے ہیں تو اُس کی سابق غفلت پھر عود کر آتی ہے۔" (تدبر قرآن ۶/ ۹۷)

۱۴۴۔ یہ آخر میں قریش کو تنبیہ فرمائی ہے جس میں، اگر غور کیجیے تو طنز و تحقیر اور غیظ و غضب، سب جمع ہو گیا ہے۔

۱۴۵۔ نعمت و نقمت، سب خدا کا امتحان ہے اور تمام نیک و بد کسی نہ کسی صورت میں اُس سے گزرتے ہیں،

يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٣٧﴾
فَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ
يُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ ۡ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿٣٨﴾ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ رِّبًا
لِّيَرْبُوَاۡ فِيْٓ اَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرْبُوْا عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَمَآ اٰتَيْتُمْ مِّنْ زَكٰوةٍ

رزق کشادہ کرتا ہے اور جس کا چاہتا ہے، تنگ کر دیتا ہے؟اِس میں، یقیناً اُن لوگوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں جو ایمان والے ہیں۔[۱۴۶] ۳۶-۳۷

سو (رزق میں کشادگی ہو تو) قرابت منداور مسکین اور مسافر کو اُس کا حق دو۔[۱۴۷] یہ اُن کے لیے بہتر ہے جو خدا کی رضا چاہتے ہیں اور وہی (آخرت میں) فلاح پانے والے ہیں۔ یہ سودی قرض[۱۴۸] جو تم اِس لیے دیتے ہو کہ دوسروں کے مال میں شامل ہو کر بڑھے تو وہ اللہ کے ہاں نہیں بڑھتا[۱۴۹]

لیکن آیت میں نقمت کے ساتھ 'بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ' کے الفاظ اِس لیے آگئے ہیں کہ اشارہ قریش کی طرف ہے جنھیں درپردہ تنبیہ فرمائی ہے کہ آج تو خدا کی بخشی ہوئی نعمت پر اکڑ رہے ہو، لیکن اپنے کرتوتوں کے باعث اگر کل کسی پکڑ میں آگئے تو روؤ اور چلاؤ گے۔

۱۴۶۔ یعنی اِس بات کی نشانیاں کہ ہر چیز خدا کے اختیار میں ہے اور یہاں جو کچھ ہوتا ہے، اصلاً امتحان کے لیے ہوتا ہے۔ چنانچہ بندے کے لیے دو ہی رویے ہیں کہ نعمت ملے تو شکر کرے اور مصیبت آئے تو صبر کے ساتھ اُس کا مقابلہ کرے۔ انسان کے تمام اعلیٰ اوصاف کا سرچشمہ اُس کی یہی دو صفات ہیں۔ وہ جب اِن سے محروم ہو جاتا ہے تو وہی کچھ کرتا ہے جو یہ لوگ اِس وقت کر رہے ہیں۔

۱۴۷۔ یعنی وہ حق جو خدا نے ہمیشہ سے مقرر کر رکھا ہے، اِس لیے کہ نہیں دو گے تو خدا کے ہاں غصب حقوق کے مجرم ٹھیرو گے اور تمھارا مال خود تمھارے لیے وبال بن جائے گا۔ اوپر جس شکر گزاری کی تلقین ہے، یہ اُسی کا طریقہ بتایا ہے۔

۱۴۸۔ اصل میں لفظ 'رِبَا' آیا ہے۔ یہ یہاں 'تسمية الشيء بما يؤل إليه' کے اسلوب پر استعمال ہوا ہے، یعنی اُس مال کے لیے جو سود کما لائے گا۔

۱۴۹۔ یعنی دنیا میں تو یقیناً بڑھتا ہے اور تم دس کے بیس اور بیس کے سو بنا لیتے ہو، لیکن اللہ کے ہاں اُس کی

تُرِيْدُوْنَ وَجْهَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُضْعِفُوْنَ ﴿٣٩﴾

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ؕ هَلْ

اور جو صدقہ [150] تم دیتے ہو کہ اُس سے اللہ کی رضا چاہتے ہو تو اُسی کے دینے والے ہیں جو اللہ کے ہاں اپنا مال بڑھا رہے ہیں۔ [151] ۳۸-۳۹

(قریش کے لوگو)، اللہ ہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا، پھر تمھیں روزی دی، پھر تم کو مارتا ہے،

کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی، بلکہ الٹا تمھارے لیے وبال بن جاتا ہے، اِس لیے کہ جو کچھ بڑھا کر لاتا ہے، دوسروں پر ظلم کر کے لاتا ہے۔

۱۵۰۔ اصل میں لفظ 'زَکٰوۃ' استعمال ہوا ہے، لیکن چونکہ نکرہ ہے، اِس لیے اِسے اصطلاحی مفہوم میں نہیں، بلکہ عام صدقات کے مفہوم میں لینا چاہیے۔

۱۵۱۔ یہ اُس وعدے کی طرف اشارہ ہے جو انفاق کرنے والوں کے ساتھ خدا نے کر رکھا ہے کہ وہ اُس کا اجر اُنھیں اتنا بڑھا کر دے گا کہ وہ نہال ہو جائیں گے۔ اِس سے، اگر غور کیجیے تو قرآن نے واضح کر دیا ہے کہ آخرت کو پانے کے لیے بعض اوقات دنیا کو کھونا پڑتا ہے۔ لیکن یہ کوئی خسارے کا سودا نہیں ہے، اِس لیے کہ خدا کی اِس ابدی بادشاہی کے مقابلے میں دنیاے دوں کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اِسی طرح یہ بات بھی واضح کر دی ہے کہ اُس زمانے میں سودی قرض بالعموم تجارتی اور کاروباری مقاصد ہی کے لیے دیے جاتے تھے اور اِس طرح قرآن کی تعبیر کے مطابق دوسروں کے مال میں شامل ہو کر بڑھتے تھے۔ بالبداہت واضح ہے کہ ضرورت مندوں کو دیے جانے والے صرفی قرضوں کے لیے یہ تعبیر کسی طرح موزوں نہیں ہے۔

استاذ امام امین احسن اصلاحی نے اِس کے ایک دوسرے پہلو کی طرف بھی توجہ دلائی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

> "...آیت کے الفاظ پر تدبر کی نگاہ ڈالیے تو یہ بات صاف نظر آئے گی کہ سود خوار کے مال کو اللہ تعالیٰ نے ایک ایسے سانڈ سے تشبیہ دی ہے جو دوسرے کی چراگاہ میں چر کر موٹا ہوتا ہے۔ اِس وجہ سے اُس کی فربہی میں کوئی خیر و برکت نہیں ہے۔ خیر و برکت صرف اُس مال میں ہے جو اپنی چراگاہ میں چر کر پروان چڑھتا ہے، پھر خدا کی رضا جوئی اور اداے حقوق کی راہ میں قربان ہوتا ہے۔" (تدبر قرآن ۶/۹۹)

مِنْ شُرَكَآىِٕكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا
يُشْرِكُوْنَ ﴿٤٠﴾ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ
لِيُذِيْقَهُمْ بَعْضَ الَّذِيْ عَمِلُوْا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿٤١﴾

پھر تمھیں زندہ کرے گا۔ کیا تمھارے شریکوں میں بھی کوئی ایسا ہے جو اِن کاموں میں سے کوئی کام کرتا ہو؟[۱۵۲] وہ پاک اور بالاتر ہے اُن سب چیزوں سے جنھیں یہ شریک ٹھیراتے ہیں۔[۱۵۳] (تم نے دیکھا نہیں کہ) لوگوں کے ہاتھوں کی کمائی سے خشکی اور تری[۱۵۴] میں فساد برپا ہو گیا ہے۔[۱۵۵] (یہ خدا کو دعوت دے رہا ہے) کہ وہ اُن کے بعض کرتوتوں کا مزہ اُنھیں چکھائے تاکہ وہ رجوع کریں۔[۱۵۶] ۴۰-۴۱

۱۵۲۔ مطلب یہ ہے کہ جب خدا ہی تنہا معبود ہے، وہی مارتا، جِلاتا، پیدا کرتا اور روزی دیتا ہے تو آخر کن کے بل بوتے پر اکڑ رہے ہو اور اگر اُس کی پکڑ میں آگئے تو کون تمھارے کام آئے گا؟

۱۵۳۔ اوپر کی بات خطاب کے صیغے میں تھی۔ یہ جملہ غائب کے صیغے میں ہے۔ اِس کے معنی یہ ہیں کہ بات کرتے کرتے گویا متکلم نے اپنے مخاطبین سے منہ پھیر لیا ہے۔

۱۵۴۔ یہ الفاظ احاطہ پر دلیل ہیں، جیسے روز و شب اور صبح و شام وغیرہ۔

۱۵۵۔ روم و ایران کے درمیان جس کشمکش اور جنگ و جدال کا ذکر سورہ کے شروع میں ہوا ہے، یہ اُس کی طرف اشارہ ہے۔ اِس طرح کا فساد انسانی تاریخ میں وقتاً فوقتاً برپا ہوتا رہتا ہے۔ قریب کے زمانے میں پہلی اور دوسری جنگ عظیم اِسی کی مثال ہے۔ یہ اُس وقت برپا ہوتا ہے، جب قوموں کے مفادات اور دوسروں پر علو و برتری کی خواہش اُنھیں اخلاقی اصولوں سے یک سر بے گانہ کر دیتی ہے اور وہ عدل و قسط کے بجاے ظلم و عدوان کو اپنی پالیسی بنا لیتی ہیں۔

۱۵۶۔ اپنے تمام کرتوتوں کا مزہ تو لوگ آخرت ہی میں چکھیں گے، لیکن بعض کرتوتوں کے لیے روز مکافات بسا اوقات اِسی دنیا میں آجاتا ہے۔ اِس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ لوگ متنبہ ہوں اور آخرت کی جزا و سزا سے پہلے اپنے خالق کی طرف رجوع کر لیں۔

قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ
كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّشْرِكِيْنَ ﴿۴۲﴾
فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ
يَوْمَئِذٍ يَّصَّدَّعُوْنَ ﴿۴۳﴾ مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا
فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ ﴿۴۴﴾ ۙ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْ
فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۵﴾

(اِس لیے متنبہ ہو جاؤ، تمھاری طرف تو خدا کا رسول آ گیا ہے)۔اِن سے کہو کہ زمین میں چلو پھرو اور دیکھو کہ (رسولوں کی طرف سے اتمام حجت کے بعد) اُن لوگوں کا انجام کیا ہوا جو پہلے گزرے ہیں۔اُن میں سے اکثر (تمھاری طرح) مشرک ہی تھے۔ ۴۲

سو (نہیں سنتے تو پروا نہ کرو، اے پیغمبر اور) اپنا رخ دین قیم کی طرف سیدھا رکھو،اِس سے پہلے کہ اللہ کی طرف سے ایک ایسا دن آ جائے جس کے لیے واپسی نہیں ہے۔اُس دن لوگ جدا جدا ہو جائیں گے۔[157] جس نے انکار کیا تو اُس کے انکار کا وبال اُسی پر ہو گا[158] اور جنھوں نے اچھے عمل کیے تو وہ اپنے ہی لیے اپنی راہ سنواریں گے۔یہ اِس لیے ہو گا کہ جو ایمان لائے اور اُنھوں نے اچھے عمل کیے ہیں، اللہ اُن کو اپنے فضل سے جزا دے۔[159] حقیقت یہ ہے کہ اللہ منکروں کو پسند نہیں کرتا۔[160] ۴۳-۴۵

۱۵۷۔یعنی سب متفرق ہو جائیں گے، کوئی کسی کے لیے کام آنے والا نہ بنے گا۔

۱۵۸۔یعنی کوئی دوسرا اُس کا بوجھ اٹھانے والا نہ ہو گا۔

۱۵۹۔یہی قیامت کی اصل غایت ہے۔وہ اِسی لیے برپا کی جائے گی کہ ماننے والوں کو اُن کے ایمان و عمل کی جزا دی جائے۔نہ ماننے والوں کی سزا اُس کی اصل غایت نہیں، بلکہ لازمی نتیجہ ہے۔پھر مزید یہ کہ ماننے والوں کو یہ جزا اُن کا پروردگار اُن کے اعمال کے پیمانے سے نہیں، بلکہ اپنے فضل کے پیمانے سے دے گا اور اللہ تعالیٰ کا فضل ایسی چیز ہے کہ استاذ امام کے الفاظ میں، اُس کا اندازہ ہم اپنے پیمانوں اور قیاسوں سے نہیں کر سکتے۔

۱۶۰۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ سخت نفرت و کراہت کا اظہار ہے۔مطلب یہ ہے کہ اللہ اُنھیں پسند نہیں

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ يُّرْسِلَ الرِّيَاحَ مُبَشِّرٰتٍ وَّلِيُذِيْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ
وَلِتَجْرِيَ الْفُلْكُ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۴۶﴾
وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ
فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا ؕ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۴۷﴾
اَللّٰهُ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَيَبْسُطُهٗ فِي السَّمَآءِ كَيْفَ
يَشَآءُ وَيَجْعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ
مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

اُس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ وہ ہواؤں کو (بارانِ رحمت کی) خوش خبری دینے والی بنا کر بھیجتا ہے اور اِس لیے بھیجتا ہے کہ تم کو اپنی رحمت کی لذت چکھائے اور اِس لیے کہ کشتیاں (اِن ہواؤں کی مدد سے) اُس کے حکم سے چلیں اور اِس لیے کہ تم اُس کے فضل کے طلب گار بنو اور اِس لیے کہ تم اُس کا شکر ادا کرو۔ ۴۶

(اِسی طرح ہماری مدد بھی آئے گی)۔ تم سے پہلے بھی ہم نے رسولوں کو اُن کی قوموں کی طرف بھیجا تھا، پھر وہ کھلی کھلی نشانیاں لے کر اُن کے پاس آئے تو ہم نے مجرموں سے (اُن کے جھٹلانے کا) انتقام لیا اور ہم پر لازم تھا کہ ایمان والوں کی مدد کریں۔[۱۶۱] (حقیقت یہ ہے کہ) اللہ ہی ہے جو رحمت کی ہوائیں بھیجتا ہے، پھر وہ بادلوں کو ابھارتی ہیں، پھر اللہ جس طرح چاہتا ہے، اُنھیں آسمان میں پھیلا دیتا ہے اور اُنھیں تہ بر تہ کرتا ہے، پھر تم دیکھتے ہو کہ اُن کے اندر سے مینہ نکلا چلا آتا ہے، پھر جب وہ اپنے بندوں میں سے جن پر چاہتا ہے، اُسے برساتا ہے تو یکایک وہ خوش ہو جاتے

کرتا، لہٰذا اُس کو کوئی پروا بھی نہیں ہے کہ وہ کس انجام کو پہنچتے اور کس جہنم میں جا کر گرتے ہیں۔

۱۶۱۔ ہم جگہ جگہ بیان کر چکے ہیں کہ رسول اور اُس کے ساتھیوں کے باب میں یہی سنت الٰہی ہے۔

يُّنَزَّلَ عَلَيْهِمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِيْنَ ﴿٤٩﴾ فَانْظُرْ اِلٰٓى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ
كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ
شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٥٠﴾

وَلَئِنْ اَرْسَلْنَا رِيْحًا فَرَاَوْهُ مُصْفَرًّا لَّظَلُّوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ يَكْفُرُوْنَ ﴿٥١﴾
فَاِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿٥٢﴾

ہیں، دراں حالیکہ اُس کے اپنے اوپر نازل ہونے سے قبل، اِس خوشی سے پہلے وہ بالکل مایوس تھے۔ سو (تم بھی مطمئن رہو[162] اور) رحمت الٰہی کے اِن آثار کو دیکھو، وہ زمین کو اُس کے مردہ ہو جانے کے بعد کس طرح زندہ کرتا ہے۔ بے شک، وہی مردوں کو زندہ کرنے والا ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔[163] ۴۷-۵۰

(اِن لوگوں کا کیا ہے)! اگر ہم دوسری ہوا بھیج دیں، پھر یہ اپنی کھیتی کو[164] پیلا پڑا ہوا دیکھیں تو اِس کے بعد منکر ہو کر رہ جائیں گے۔[165] سو تم مردوں کو نہیں سنا سکتے اور نہ بہروں تک اپنی پکار

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com

۱۶۲۔ اِس لیے کہ اُس کی یہی شان رحمت عنقریب تمھارے لیے بھی ظاہر ہو جائے گی۔

۱۶۳۔ اوپر کی آیتوں میں دنیا کی کامیابی کی بشارت تھی۔ یہ اب آخرت میں بھی خدا کی رحمت کے ظہور کی طرف اشارہ فرمادیا ہے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

"... مطلب یہ ہے کہ کفار آخرت کو جو جھٹلاتے اور اُس کو محض تمھارا خواب وخیال قرار دیتے ہیں، تم اُن کی بوالفضولیوں کی پروا نہ کرو۔ خدا کی یہ عظیم رحمت ظاہر ہو کے رہے گی اور تمھارے یہ حریف اُس دن اپنی بدبختی و محرومی پر اپنے سر پیٹیں گے۔ یہ حقیقت قرآن سے واضح ہے کہ قیامت دراصل اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت کا مقتضیٰ ہے اور اُس کا اصل مقصد اہل ایمان کو اُن کی جاں بازیوں کا صلہ دینا ہے۔" (تدبر قرآن ۶/ ۱۰۸)

۱۶۴۔ اصل میں ضمیر ہے جس کا مرجع 'يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا' کے جملے سے مفہوم ہو رہا ہے، یعنی 'زَرْع' یا اُس کے ہم معنی کوئی لفظ جو 'مُصْفَرًّا' سے مناسبت رکھتا ہو۔

۱۶۵۔ مطلب یہ ہے کہ اِن سے کسی خیر کی امید نہ رکھو، یہ نہ نعمت پر شکر کی توفیق پاتے ہیں اور نہ مصیبت پر

وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۵۳﴾

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَيْبَةً ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ ﴿۵۴﴾

پہنچا سکتے ہو، جب کہ وہ پیٹھ پھیر کر چلے جا رہے ہوں۔[۱۶۶] اور نہ تم اندھوں کو اُن کی گم راہی سے موڑ کر راہ راست دکھا سکتے ہو۔[۱۶۷] تم تو صرف اُنھی کو سنا سکتے ہو جو ہماری نشانیوں[۱۶۸] کے ماننے والے ہوں۔ سو وہی اطاعت کرنے والے ہوں گے۔ ۵۱-۵۳

(یہ کس چیز پر نازاں ہیں؟ حقیقت یہ ہے کہ) اللہ ہی ہے جس نے تم سب لوگوں کو ناتوانی سے پیدا کیا، پھر ناتوانی کے بعد قوت دی، پھر قوت کے بعد ضعف اور بڑھاپا طاری کر دیا۔ وہ جو کچھ چاہتا ہے، پیدا کر دیتا ہے اور وہی علیم و قدیر ہے۔ ۵۴

صبر کر سکتے ہیں۔ تمھاری باتیں اِس طرح کے لوگوں کے دلوں میں نہیں اتریں گی۔

۱۶۶۔ یعنی بہرے بھی اگر متوجہ ہوں تو اُن سے کچھ سننے سمجھنے کی توقع کی جا سکتی ہے، لیکن جو بہرے بھی ہوں اور پیٹھ پھیر کر بھاگے بھی جا رہے ہوں، اُن کو کوئی کیا سنائے اور کس طرح سنائے؟

۱۶۷۔ اصل الفاظ ہیں: 'وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِ الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ'۔ اِن میں 'عَنْ' اِس بات پر دلیل ہے کہ لفظ 'ہدایت' یہاں 'صَرْف' یا اِس کے ہم معنی کسی لفظ پر متضمن ہے۔

۱۶۸۔ اِن سے مراد انفس و آفاق کی وہ نشانیاں ہیں جن کا ذکر پیچھے تفصیل کے ساتھ ہوا ہے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

> "... مطلب یہ ہے کہ تمھاری باتیں اگر کارگر ہو سکتی ہیں تو اُن لوگوں پر کارگر ہو سکتی ہیں جو خدا کی قدرت، رحمت اور اُس کے عدل کی اُن نشانیوں کو مانتے ہوں جو آفاق میں پھیلی ہوئی ہیں۔ جو اِن کو نہ مانتے ہوں، اُن کے آگے سارا وعظ بھینس کے آگے بین بجانے کے حکم میں داخل ہے۔" (تدبر قرآن ۶/ ۱۰۹)

وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ ؕ كَذٰلِكَ كَانُوْا يُؤْفَكُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَالْاِيْمَانَ لَقَدْ لَبِثْتُمْ فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اِلٰى يَوْمِ الْبَعْثِ ؗ فَهٰذَا يَوْمُ الْبَعْثِ وَلٰكِنَّكُمْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۶﴾ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يَنْفَعُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَعْذِرَتُهُمْ وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۵۷﴾

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ؕ وَلَئِنْ جِئْتَهُمْ بِاٰيَةٍ لَّيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُبْطِلُوْنَ ﴿۵۸﴾ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ

(یہ جس کو دور سمجھ رہے ہیں)، جس دن وہ قیامت برپا ہو گی، یہ مجرم قسمیں کھا کر کہیں گے کہ اپنی قبروں میں وہ ایک گھڑی سے زیادہ نہیں رہے۔ یہ اِسی طرح اوندھے ہوتے رہے تھے۔[۱۶۹] اِس کے برخلاف جن کو علم[۱۷۰] اور ایمان عطا ہوا، وہ کہیں گے کہ اللہ کے نوشتے میں تو تم قیامت کے دن تک رہے ہو۔ سو یہ قیامت کا دن ہے، لیکن تم جانتے نہیں تھے۔[۱۷۱] پھر اُس دن ظالموں کو نہ اُن کی معذرت نفع دے گی اور نہ اُن کو موقع دیا جائے گا کہ خدا کو راضی کر لیں۔ ۵۵-۵۷

(یہ نشانی مانگتے ہیں)۔ ہم نے اِس قرآن میں لوگوں کے لیے ہر طرح کی مثالیں بیان کر دی ہیں (اور وہی کافی ہیں)۔ تم اِن کے پاس کوئی سی نشانی بھی لے آؤ گے تو جو انکار کا فیصلہ کر چکے ہیں،

۱۶۹۔ یعنی اِسی طرح کے غلط اندازے لگاتے رہے تھے۔ چنانچہ آج جس کو گھڑی دو گھڑی کی بات سمجھ رہے ہیں، اُسی کو دنیا میں ایسا بعید سمجھتے تھے کہ موت اور موت کے بعد کے مراحل کے بارے میں کبھی فکر مند ہونے کی توفیق ہی نہیں ہوئی۔

۱۷۰۔ یعنی علم حقیقی جو خدا اور آخرت پر ایمان کا ذریعہ بنتا ہے۔

۱۷۱۔ یعنی اُس وقت جاننے کے لیے تیار نہیں تھے۔

اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۵۹﴾ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا
يَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِيْنَ لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿۶۰﴾

وہ یہی کہیں گے کہ تم لوگ نرے جھوٹے ہو۔ اللہ اِسی طرح اُن لوگوں کے دلوں پر مہر کر دیا کرتا ہے جو جاننا نہیں چاہتے۔ سو، (اے پیغمبر)، صبر کرو۔ بے شک، اللہ کا وعدہ سچا ہے اور (متنبہ ہو جاؤ کہ) اُس کے وعدوں پر یقین نہ رکھنے والے یہ لوگ تمھیں ہر گز بے وزن نہ بنانے پائیں۔[۱۷۲] ۵۸-۶۰

۱۷۲۔ یعنی ایسا نہ ہو کہ اِن کے شور و غوغا، بہتان و افترا اور طنز و استہزا کے طوفان میں اپنی بات تمھیں بے وزن معلوم ہونے لگے۔ نہیں، بلکہ خدا کے وعدوں پر تمھارا یقین اِس قدر راسخ ہونا چاہیے کہ اُس کے مقابل میں یہ اپنے آپ کو بے وزن محسوس کریں۔

کوالالمپور

۵/ مارچ ۲۰۱۴ء

www.al-mawrid.org
www.javedahmadghamidi.com